مولانا عبدالحق رحؒ کا نظریۂ تعلیم و تدریس

وفاق المدارس العربیہ، دینی مدارس، نصاب تعلیم اور طریقۂ تعلیم و تدریس کے سلسلہ میں بعض اہم اصلاحی اور مفید تجاویز

"دینی مدارس اور اصلاحی تجاویز" کے عنوان پر وفاقی شرعی عدالت کے جج اور ماہنامہ "البلاغ" کراچی کے مدیر حضرت مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہٗ کے ایک سوالنامہ کے جواب میں شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحؒ کی ایک مختصر مگر جامع اور مدلل تحریر جسے ملک بھر کے دینی مدارس کے ارباب بست وکشاد نے بے حد پسند کیا حضرت شیخ الحدیث رحؒ کی اس تحریر سے ان کے نظریۂ تعلیم، نصاب اور نظام تعلیم و تربیت کے بارے میں آراء پر بھی روشنی پڑتی ہے ——————— (ادارہ)

موجودہ دینی مدارس کی زبوں حالی اور کماحقہٗ مؤثر و مفید نہ ہونے کے بارے میں آپ کے تاثرات صحیح ہیں اور یہ معاملہ پورے طبقۂ علمی کے لیے غور و فکر کا مستحق ہے۔ میں بوجہ ضعف و علالت و کثرتِ مشاغل کے اس مسئلہ پر پوری روشنی نہیں ڈال سکتا۔ ماہنامہ الحق نے اُسی ماہ (نومبر) کے پرچہ میں آپ کے خیالات کی تائید میں اداریہ لکھا ہے اور اس سلسلہ میں الحق آئندہ بھی باہمی تعاضد و تعاون سے دریغ نہیں کرے گا —— جواب میں مختصراً گذارش یہ ہے کہ :-

مدارس کے اصلاح اور مفہوم خیز ہونے کے لیے اوّلین شرط تصحیح نیت ہے کہ اربابِ مدارس، مدارس قائم کرنے، اس کو چلانے اور اساتذہ و طلبہ اپنے تمام تر تعلیم و تعلّم کی غرض اور مقصد اللہ تعالیٰ کی خوشنودی و رضا اور آخرت کی فلاح و سعادت سمجھیں اور ارشادِ ربانی : فلولا نفرمن کل فرقة منهم طائفة ليتفقهوا في الدين ولينذروا قومهم اذا رجعوا اِلَيْهِمْ کو ہر وقت منظورِ نظر رکھیں، دینِ محمدی پر خود عمل مقصود ہو اور دُنیا کی ظلمتوں میں نورِ اسلام پھیلانا مطمحِ نظر ہو۔ اگر طلبہ و اساتذہ کنتم خیر اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ کا مصداق ہوں تفقہ فی الدین اور امر بالمعروف ونھی عن المنکر کا مظہر ہوں اَتَاْمُرُوْنَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ کا مصداق نہ ہو تو پوری اُمت پر اس کے نہایت بہتر اثرات مرتب ہوں گے۔ اس سلسلہ میں حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کا ارشاد العلماء ورثة الانبياء منجملہ جوامع الکلم ہے کہ مقام و مرتبت کی بلندی اور ذمہ داریوں کی نزاکت کا سارا نقشہ اس میں آجاتا ہے۔

دوسری بات یہ کہ اربابِ مدارس کو تعلیمی معیار کا انتہائی اہتمام کرنا چاہیئے اور ہمہ وقت اس کی درستگی کی فکر لازمی ہے۔ جن مدرسین کو تدریس کے لیے رکھا جائے فی الواقع وہ متعلقہ علوم کے پورے اہل ہوں، متعلقہ کتابوں کے پورے ماہر ہوں، درسیات میں رسوخ اور عبور ہو، محنتی اور فرض شناس ہوں اور یہ جذبہ ہو کہ طلبہ کتاب داتی اور فن میں واقفیت بلکہ مہارت حاصل کریں، وہ محض ملازمت کی خاطر ڈیوٹی پوری نہ کریں بلکہ سلف کا ذوق و شوق، محنت اور شغف ان کی نگاہ میں رہے۔

تعلیمی معیار کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ طلبہ کا داخلہ کے وقت امتحان لیا جائے اور استعداد کے موافق کتابیں دی جائیں۔ شرح جامی کا مقتضی اگر نحو میر کے لائق ہے تو اُسے قطعاً ترقی نہ دی جائے، اس سلسلہ میں کسی سفارش منت سماجت اور لجاجت کا لحاظ نہ ہو، اور یہ چیز تب ممکن ہے کہ تمام اہلِ مدارس اس چیز پر اتفاق کرلیں، مگر افسوس کہ مدارس تکثیرِ سواد کی کوشش کرتے ہیں۔ تمام مدارس کے اصلاحی اور انتظامی قواعد و قوانین کے مؤثر ہونے کے لیے صرف اس معاملہ میں باہمی تعاون اور قوانین کی رعایت ضروری نہیں وہ دفعہ بلکہ ہر معاملہ اور اصلاحی قدم میں اگر دیگر مدارس اتفاق نہ کریں تو بہتر ثمرہ اور نتیجہ ظاہر نہیں ہوسکے گا۔ طلبہ جب ایک دروازہ بند دیکھتے ہیں تو سو دروازے کھلے پاتے ہیں۔ تعلیمی اور تربیتی پابندیوں اور بندھنوں میں جکڑنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔ اس سلسلہ میں مدارس کو اجتماعی فوائد اور باہمی معاہدوں کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

تعلیمی سال کے دوران سہ ماہی، ششماہی اور سالانہ امتحان بے حد ضروری ہیں۔ ان امتحانات کے لیے طلبہ کی تیاری اور پھر امتحانات کے سارے سلسلہ کو محض رسماً نہیں بلکہ پورے احتساب اور مسئولیت کے ساتھ انجام دینا چاہیئے۔ منتظمینِ مدرسہ تعلیمی سال کے دوران کتاب کے مقروءۃ اور مقررہ نصاب پر بھی نگاہ رکھیں تاکہ سال کے مختلف حصوں میں تدریسی مقدار کا توازن

اہتمام رہے۔ نیز اساتذہ دوران درس میں بھی طلبہ سے تقریراً امتحان لیتے رہیں تاکہ مختلف الاستعداد طلبہ کا اندازہ لگا کر ان کی طرف حسب ضرورت توجہ دے سکیں۔

فنی رسوخ اور پختگی کے لیے جیسا کہ پہلے بھی رواج رہا ہے، مناسب ہے کہ طلبہ کو ہر فن کی بنیادی کتابوں کے متون حفظ کرا دیئے جائیں۔ کافیہ، شافیہ، سلم، حسامی وغیرہ متون پچھلے دور میں طلبہ کو یاد کرائے جاتے تھے، جس سے ذہن کو جلا اور علمی صلاحیت اور نشوونما بہتر طریقہ پر ہو جاتی تھی، مگر توجہ صرف حفظ پر نہ ہو بلکہ فہم و استنباط بھی بیدار کرایا جائے۔ فراغت کے بعد آجکل اکثر طلبہ گھروں کو جا کر دوسرے مشاغل میں لگ جاتے ہیں، اہل مدارس ذہین طلبہ کو مطالعہ و تحقیق، تصنیف و افتاء اور معین مدرسین کی حیثیت سے کام میں لگا دیں یا درجاتِ تخصص قائم کر کے انہیں مزید علمی ترقی کا موقع دیں اور طبعی رجحان و مناسبت کو دیکھ کر اسی کے مطابق تخصص میں مہارت حاصل کرنے کی ترغیب دیں۔

امام مالکؒ نے امام شافعیؒ کو فراغت کے بعد نصیحت کی کہ علم کو ضائع نہ کریں بلکہ علم کی اشاعت اور درس و تدریس میں لگے رہیں۔ امام شافعیؒ مکہ معظمہ کے باشندے تھے مگر وہاں طلبہ کا رجوع کم تھا اس لیے پہلے بغداد تشریف لے گئے، جہاں علماء اور طلباء کی کثرت تھی۔ بعد کو اشاعتِ علوم کے لیے مصر کا سفر اختیار کیا۔ مگر آجکل ذہین طلبہ فراغت کے بعد ایسی جگہوں پر قیام کر لیتے ہیں جہاں علم کے طلبگار نہیں ہوتے، علم کی اشاعت کا میدان نہیں ہوتا۔ تو حاصل کیا ہوا؟! استعداد بھی ضائع ہو جاتی ہے۔ بعض ذہین طلباء حصولِ علم میں زندگی خرچ کر دیتے ہیں اور ترقی معاش ہی ان کا مقصدِ زندگی بن جاتا ہے اور اس طرح اس مقصد کو پس پشت ڈال دیتے ہیں جس کے لیے عمر کا بہترین حصہ کھو چکا ہوتا ہے — بعض مدارس عربیہ نے تو فاضل اور مولوی فاضل ہی کو اپنا مقصدِ تعلیم بنا لیا ہے۔ یہ رجحان بہر حال افسوس ناک ہے۔ اچھے ذہین اور صلاحیتوں والے طلباء کو ترغیب دینی چاہیے کہ وہ عالم باعمل بن کر قوم کی دینی خدمت کریں۔ اس راہ میں ابتداءً جتنی معاشی تکالیف بھی آئیں گی ان سے گھبرانا نہیں چاہیے، صبر و استقامت اور عزم و توکل کے بعد معاشی آسودگی کے اسباب بھی اللہ تعالیٰ پردۂ غیب سے فراہم کر دیتا ہے۔ منصب وراثتِ نبوت کو نگاہوں میں رکھ کر عزم و حوصلہ سے حالات کا مقابلہ کرتے رہیں اور ایثار و قربانی سے کام لے کر علمی، تبلیغی اور دعوتی راستہ پر گامزن رہیں۔ یہ بھی ضروری ہے کہ موجودہ دور کے تقاضوں سے انہیں آگاہ کیا جاتا رہے اور دینی و علمی فتنوں کے مقابلہ کے لیے طلباء کو اچھی طرح تیار کیا جائے، جس طرح ہمارے اسلاف نے طلبہ کو اپنے زمانے کے علمی و فکری فتنوں کا انسداد کرنے کے لیے پوری طرح آگاہ کیا، اور پھر تصنیف و تعلیم کے ذریعہ ان فتنوں کا مقابلہ کیا۔

مدارس کو ہیئتِ اجتماعی سے ایسے محقق، جید اور ماہر علماء کا بورڈ بھی بنانا چاہیئے جو موجودہ فتنوں کا الاھم فالاھم تشخص کر کے ان فتنوں کے اصول اور بنیادی مباحث کو جمع کریں اور پھر اس کا رد لکھوائیں، نیز طلبہ کو موجودہ زمانہ کے مسائل خواہ ان کا تعلق معاشیات و اقتصادیات سے ہو یا اعتقادیات یا معاشرتی و سماجی امور سے ہو، پوری طرح آگاہ کرایا جائے اور موجودہ غلط نظریات و تحریکات سے اسلام کا تقابلی مطالعہ و موازنہ بھی کرایا جاتا رہے، فلسفۂ قدیم کے ساتھ فلسفۂ جدید، سائنس و طبیعات اور علم الکلام سے بھی طلبہ کو واقف کرانا ضروری ہے۔ ان مسائل میں قدیم نظریات سے واقف طلباء جب نئے مسائل اور نظریات کا سامنا کرتے ہیں تو تغیر پذیر اور ترقی پذیر طبیعاتی اور معاشی مسائل اور نظریات کی نزاکتوں اور پیچیدگیوں سے عہدہ برآ ہونے کی صلاحیت سے عاری رہتے ہیں۔ نتیجتہً وہ خود بھی احساس کمتری میں مبتلا ہو کر دوسرے راستے اختیار کر لیتے ہیں اور معاشرہ پر بھی جدید نظریات سے آگاہ نہ ہونے کی وجہ سے مؤثر تبلیغ کی شکل میں اثر انداز نہیں ہو سکتے۔

اکثر مدارس دینیہ کے طلباء کی عمریں غیر ضروری یا غیر لازمی علوم میں خرچ ہو جاتی ہیں۔ قرآن و حدیث اور دورۂ تفسیر میں ایک سال بھی پورا نہیں گذارتے۔ حالانکہ اصل مقصد قرآن و حدیث ہے، اس پر سطحی عبور کافی نہیں ایک ماہ میں قرآن مجید اور چھ ماہ میں احادیث پر مرور فنی مناسبت پیدا کرنے کے لیے ناکافی ہے۔ علومِ الٰہیہ و عقلیہ ضروری ہیں مگر علوم مقصودہ اور علومِ عقلیہ کی میعاد و مقدار میں توازن قائم کرنا بہر حال ضروری ہے۔

اب رہا طلبہ کی اخلاقی و عملی تربیت کا مسئلہ تو اس کی اہمیت بھی تعلیمی معیار قائم رکھنے سے کسی طرح کم نہیں۔ طلباء و اساتذہ کی اخلاقی اصلاح اور اور کردار کی تربیت کی طرف توجہ نہایت ضروری ہے۔ اس چیز کی کمی کی وجہ سے علم میں ترقی نہیں ہوتی ہے

فان العلم فضل من الله
وفضل الله لا يعطى العاص

مدارس میں اساتذہ ایسے ہونے چاہئیں جو اسلامی کردار کا بہترین نمونہ ہوں، اخلاقی کمالات سے بھرپور ہوں اور ظاہر و باطن میں شریعت و علومِ شریعت کے فدائی ہوں۔ صوم و صلوٰۃ و اخلاقِ حسنہ سے متصف ہوں۔ مطالعہ اور علمی ذوقِ تحقیق ان کا اوڑھنا بچھونا ہو، وہ طلبہ کو مطالعہ، تکرار درس و تدریس کے سلسلہ میں وقتاً فوقتاً ہدایات دیتے رہیں اور صحیح رخ پر اذہان کی تربیت کرتے رہیں۔ اگر اساتذہ کی قولی تربیت کے ساتھ ان کا اپنا عمل بھی اس کے مطابق ہو تو یہ چیز طلبہ پر لازماً اثر انداز ہوگی۔ ہمارے مدارس کے مردم خیز ہونے میں اساتذہ و منتظمین کے اخلاص و للہیت اور بلند کردار و با اخلاق ہونے کا بنیادی حصہ ہوگا۔ اس سلسلہ میں اربابِ مدارس اور اساتذہ کو طلبہ کے مشاغل عبادات، حاضری اسباق، مطالعہ، بحث و مباحثہ اور مشاغل شب و روز پر بھی نگاہ رکھنا ضروری ہے۔ نیز طلبہ کو

(باقی ص ۸۷۴ پر)